AL-HAYAT RESEARCH JOURNAL
AL-HAYAT Research Journal
Jlali Research Institute of Social Science, Lahore
Category Y
ISSN (Online): 3006-4767
ISSN (Print):: 3006-4759
Volume 2 Issue 4 (July-September 2025)

قرآن کریم کی تدوین اور تحریری ارتقاء

The Development of Qur'anic Text: Compilation, Writing, and Preservation

Sana Khalid
MPhil Research Scholar, Sheikh Zayed Islamic Centre, The University of Punjab, Lahore, Pakistan, khalidsana683@gmail.com

Dr. Haris Mubeen
Professor, Sheikh Zayed Islamic Centre, the University of Punjab, Lahore, Pakistan

Abstract
This study explores the development of the Qur'anic text from the initial revelation to its compilation, writing, and final preservation. It examines both, the historical and scholarly perspectives, how the Qur'an was transmitted orally and in written form during the lifetime of the Prophet Muhammadﷺ, and the formalization of these processes under the caliphates of Abu Bakr and Usman. The study highlights the strategies to ensure textual accuracy, including memorization, cross-verification among companions, and the standardization of the Qur'anic manuscript. It also addresses issues of variant readings (qirā' āt), the role of scribes, and the evolution of Arabic script.

Keywords: Compilation, Arabic script, Qur'anic writing, Qur'anic preservation, Early Islam, Early Writings, Preservation, Islamic Text, Qur'an

جب انسانیت تباہی کے دہانے پر کھڑی تھی، ممکن تھا کہ محض ہوا کا کوئی جھونکا تمام انسانیت کو غرق کرنے کے لیے کافی ٹھہرے، جب تمام انسان تنے ہوئے سروں کے ساتھ نفرت آمیز رویہ اپنائے ہوئے تھے، اس وقت قریش کے ایک شخص عبداللہ بن عبدالمطلب کے گھر ایک ایسا سورج طلوع ہوا جس نے آنے والے وقت میں تمام فلسفوں، علوم وفنون اور طریق حیات میں انقلاب برپا کیا اور دھول اڑاتے ریگستانوں سے علم وفضیلت کے طوفان اٹھنے لگے۔ سسکتی ہوئی انسانیت اپنی معراج کو پہنچی اور دنیا نے ایک بار پھر تازہ ہوا میں سانس لینا شروع کیا۔ اسلام کی آمد سے قبل مکہ اور حجاز میں چند لوگ عربی رسم الخط کو جانتے تھے۔ اس وقت خط حیری، جسے خط کوفی کے نام سے بھی جانا جاتا ہے، رائج تھا اور ابتدائی خط وکتابت اسی طرز رسم میں ہوتی تھی۔ خط کوفی کی وجہ تسمیہ سے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ چونکہ یہ جس شہر سے منسوب ہوا اس کا ابتدائی نام حیرا تھا، لہذا اسے ابتدائی طور پر خط حیری کہا گیا۔ بعد ازاں اس کا نام کوفہ پڑ گیا تو اسے اسی شہر کے نام سے منسوب کر کے خط کوفی کہا جانے لگا۔ بعض لوگ انہیں الگ الگ خطوط بھی شمار کرتے ہیں۔ پہلا شخص جو کوفہ سے یہ خط سیکھ کر مکہ معظمہ آیا اور وہاں کے لوگوں کو اس سے لکھنا پڑھنا سکھایا وہ حرب بن امیہ[1] تھا۔

اسلام کے ابتدائی دور میں ریشمی کپڑے پر رنگ کر کے اس پر کتابت کی جاتی تھی۔ علاوہ ازیں درج ذیل اشیاء بھی استعمال ہوتی تھیں :

- چمڑے کا ورق بنا کر۔
- بکرے یا اونٹ کے شانے کی چوڑی ہڈی کو صاف کر کے تختی سی بنا کر جسے **کتف** کہتے تھے۔
- پتھر کی چھوٹی چھوٹی تختیاں بنا کر جن کا نام **لخفہ** تھا ۔
- لکڑی کی تختیاں بنا کر جسے **قتب** کہتے تھے۔

CC BY

- کھجور کے درخت کی جڑ کے قریب ریشہ دار حصہ کو گوند سے جوڑ کر ورق بنالیتے تھے جسے وہ **عسیب** کہتے تھے۔
- ہرن کی جھلی کو صاف کرکے اسے بھی چھوٹی چھوٹی تختیوں میں بدل لیتے۔

یہ وہ آلات تھے جن پر دورِ رسالت میں کتابت ہوتی تھی۔ان کے علاوہ قرآن کریم میں کئی جگہ قرطاس کا ذکر آیا ہے جس سے کتابت کی شہادت ملتی ہے۔پھر قلم کا ذکر قرآن میں موجود ہے روشنائی مداد اور دوات کو نون کہا گیا ہے۔[2]

قرآن کریم:

قرآن کریم سے مراد اللہ تعالی کی طرف سے نازل کردہ وہ الفاظ ہیں، جو حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ذات مبارکہ پر کم و بیش 23 سال کے عرصے میں نازل ہوئے۔یہ تواتر کے ساتھ منقول ہیں اور ان کی تلاوت باعث ثواب ہے۔اس کا آغاز ہجرت سے 13 سال قبل رمضان کے مبارک مہینے میں غار حرا سے ہوا۔نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ ہر سال جتنا قرآن پاک نازل ہو چکا ہوتا حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ اس کا دور فرمالیا کرتے۔اپنی حیات مبارکہ کے آخری برس رمضان المبارک میں آپ نے دو مرتبہ قرآن پاک کا مکمل دور فرمایا۔دیگر صحابہ کرام کا یہ معمول تھا کہ جیسے ہی قرآن کریم کی چند آیات یا کوئی سورہ نازل ہوتی تو فورا اسے حفظ فرمالیا کرتے۔علاوہ ازیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم بعض اصحاب کو قرآن پاک کی نازل ہونے والی آیات لکھوادیا کرتے جو زیادہ تر کوفی اور حجازی رسم الخط میں لکھی جاتی تھیں۔ان کتابت کرنے والے اصحاب کو کاتبین قرآن کہا جاتا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دورِ حیات ہی میں بیشتر صحابہ اپنے سینوں میں قرآن پاک محفوظ کیے ہوئے تھے۔اس کے علاوہ قرآن پاک مختلف اشیاء کے ٹکڑوں پر بھی لکھا ہوا موجود تھا۔تاہم کتابت و خطاطی کو زیادہ فروغ حاصل نہیں تھا۔آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے وصال کے بعد دورِ صدیقی میں خلیفہ اول ابو بکر صدیق نے قرآن پاک کو ایک مصحف کی شکل میں یکجا کیا اور بعد میں دورِ فاروقی میں اس کی کتا بت واشاعت پر بھی خصوصی توجہ دی گئی ۔

کاتبین صحابہ:

عہد رسالت کے 23 سالہ عرصہ، 13 سال مکہ مکرمہ اور باقی کے 10 سال مدینہ منورہ میں گزرے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر جب بھی وحی نازل ہوتی کسی کاتب صحابی کو بلا کر اسے درج کروادیتے۔مکہ مکرمہ میں حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی بن ابو طالب، حضرت طلحہ بن عبید اللہ، حضرت ابو عبیدہ بن جراح، اور خواتین میں شفاء بنت عبد اللہ رضی اللہ عنہما کے نام ملتے ہیں جنہیں کاتبین وحی یا کاتبین قرآن کہا جاتا ہے[3]۔مدینہ منورہ میں ابی ابن کعب، زید بن ثابت، سعید بن زرارہ، رافع بن مالک رضی اللہ عنھما وغیرہ جیسی ہستیاں قرآن کریم کو تحریر کرنے کا کام سرانجام دیتی رہیں۔

تدوین قرآن بعہد نبوی:

قرآن مجید نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی زندگی میں احاطہ تحریر میں آگیا تھا۔جب کوئی آیت نازل ہوتی تو آپ حاضرین کو پڑھ کر سناتے اور کاتبین وحی میں سے جو موجود ہوتا اسے لکھواتے ۔[4] سورہ کا نام لے کر مقام کی نشاندہی کرکے لکھنے کا حکم دیتے کہ اس آیت کو فلاں سورۃ میں رکھ دو۔چنانچہ کاتبین وحی کھجور کی شاخوں، کھالوں، اور ہڈیوں پر لکھتے۔جو لوگ حاضر ہوتے اور قرآن کا نازل شدہ حصہ سنتے، اسے فورا یاد کرلیتے، اسے ایک دوسرے سے بیان کرتے، قراءت اور سمجھنے میں ایک دوسرے سے بحث کرتے۔ اسی ترتیب کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم نماز وغیرہ امور میں تلاوت فرماتے تھے اور صحابہ یاد کرتے اور ایک دوسرے کو پڑھاتے تھے۔پس کتابت قرآن اور سینوں میں اسے محفوظ کرنے کا عمل نزول کے آغاز سے ہی جاری ہوگیا تھا۔کچھ صحابہ تو تمام نازل شدہ آیات یاد کرلیتے اور بعض چند سورتیں یا آیتیں یاد کرتے۔نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دنیا سے پردہ فرمانے سے قبل قرآن پاک مکمل طور پر مکتوب اور سینوں میں محفوظ کیا جا چکا تھا۔ہاں وہ کھجور کی شاخوں اور کھالوں وغیرہ میں بکھرا ہوا تھا۔علماء نے ان صحابہ کی تعداد 30 شمار کی ہے جنہوں نے عہد نبوت میں مکمل قرآن مجید حفظ کرلیا تھا۔رہی کتابت تو نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے 44 کاتبین تھے، ان میں سے مشہور 14 ہیں۔ یہ حضرات باری باری لکھتے اور نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کتابت آیات کو اپنے مقام میں رکھنے اور سورتوں کی ترتیب کی دیکھ بھال اور نگرانی کرتے۔کاتبین وحی کے علاوہ دیگر موجود صحابہ بھی حضور سے سن کر لکھتے اور حفظ کرتے۔

cc BY

قرآن مجید کی کتابی صورت میں تدوین کی شہادتیں خود اندرونی کلام سے بھی ملتی ہیں۔وہاں کے ماحول سے بھی اس بات کی شہادت ملتی ہے کہ لکھنے کا رواج ان دنوں عام تھا۔جیسا کہ قصائد سبعہ سے متعلقہ موجود ہے کہ وہ باقاعدہ لکھ کر خانہ کعبہ کی دیوار کے ساتھ لٹکائے گئے تھے۔علاوہ ازیں ایسی بیشتر مثالیں پہلے آرٹیکل میں ذکر کی جاچکی ہیں۔

اللہ تعالی نے قرآن مجید کی حفاظت کے لیے متعدد طریقوں کا انتظام فرمایا۔مولانا انور بدخشانی رقم دراز ہیں:

"ایک طرف صحابہ اور امت کے دیگر افراد اس قانون وہدایت اور اصول نجات بشرہ کو اپنے سینوں میں محفوظ کرنے لگے تو دوسری طرف پیغمبر کو حکم دیا گیا کہ سورتوں اور آیتوں کو جمع کر کے کتابی و تحریری شکل میں ترتیب دیں ۔تدوین قرآن کی اسی اہمیت کے پیش نظر سب سے پہلی وحی **اقرا بسم ربک الذی خلق.....علم الانسان ما لم یعلم** میں قرات اور قلم کا ذکر کر کے اسی طرف اشارہ دیا کہ اس وحی قرآن کی حفاظت کے لیے قرات یعنی پڑھنے اور قلم یعنی لکھنے دونوں کی یکساں ضرورت ہے۔"[5]

قرآن مجید اپنے نزول کے ساتھ ہی کتابی شکل میں لکھا جانا شروع ہو گیا تھا۔اس کی واضح دلیل قرآن کی وہ پہلی آیات ہیں جن میں قرآن مجید کے مقابل ایک کتاب، کہیں 10 سورتوں کے مقابل 10 سورتیں اور کہیں ایک سورہ کے مقابل ایک سورہ بنانے کا چیلنج کیا گیا۔

کتب احادیث کی متعدد روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں باقاعدہ کتابی شکل میں مرتب کیا گیا تھا۔ایسے ہی ایک عظیم واقعہ کا ذکر حضرت عمر فاروق کے قبول اسلام کا بھی ہے کہ جب وہ اپنی بہن کے گھر میں داخل ہوئے اس ارادے سے کہ اسلام لانے کی پاداش میں ان کو قتل کر دیں تو ،وہ سورۃ طہ کی کچھ آیات کی تلاوت فرما رہی تھیں جو کہ ان کے ہاتھ میں موجود تھا۔[6]

خود قرآن کریم کی متعدد آیات بھی اس بات پر شاہد ہیں قرآن مجید کتابی شکل میں نزول کے ساتھ ساتھ مدون بھی ہوا

مندرجہ بالا حدیث بھی اس امر پر دلالت کرتی ہے:

حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ الْبَرَاءِ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنْ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ادْعُ لِي زَيْدًا وَلْيَجِئْ بِاللَّوْحِ وَالدَّوَاةِ وَالْكَتِفِ أَوْ الْكَتِفِ وَالدَّوَاةِ ثُمَّ قَالَ اكْتُبْ لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ وَخَلْفَ ظَهْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَمْرُو بْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ الْأَعْمَى قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَمَا تَأْمُرُنِي فَإِنِّي رَجُلٌ ضَرِيرُ الْبَصَرِ فَنَزَلَتْ مَكَانَهَا لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنْ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ[7]

سیدنا براءؓ بن عازب سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ تو نبی ﷺ نے فرمایا: ”سیدنا زید بن ثابت کو میرے پاس بلاؤ اور ان سے کہو کہ تختی، دوات اور شانے کی ہڈی لے کر آئے۔“ جب وہ آئے تو آپ نے فرمایا: اس نبی ﷺ کو لکھو: ﴿**لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ**﴾ اس وقت نبی ﷺ کے پیچھے ایک نابینا صحابی سیدنا عمرو بن ام مکتومؓ بیٹھے ہوئے تھے۔انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ کا میرے متعلق کیا حکم ہے؟ بلاشبہ میں تو نابینا ہوں۔تو اس موقع پر یہ آیت کریم بایں الفاظ نازل ہوئی: ﴿**لَّا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ**﴾

ایک روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ رحمن کی کتابت کروا کے اس دیوار کعبہ پر آویزاں کرایا[8]۔اس سورت میں اتنی وضاحت اتنی بلاغت ہم آہنگی اور سچائی تھی کہ اس کے مقابلے میں کسی شاعر کا کلام نہ آیا ۔اس واقعہ سے تین باتیں ظاہر ہوتی ہیں:

- اول دور رسالت میں خطاطی رواج پاچکی تھی اور اس لحاظ سے سامنے آنے والی یہ پہلی آیت ہے جو کتابت کی منزل سے گزری۔
- شاعری میں محبوب کی شان بیان کرنے موجود اور جھوٹ اور غلو کی بجائے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ سبق دینا چاہتے تھے کہ حقائق بیان ہو سکتے ہیں۔
- تیسری بات یہ ظاہر ہوتی ہے کہ قرآن کی سلاست وسعت،فصاحت وبلاغت اور شیرینی پڑھنے والے کو اپنی گرفت میں لینے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

علاوہ ازیں رسول اللہ نے جو خطوط مختلف ممالک کے بادشاہوں کی جانب بھیجے وہ بھی مکمل تحریر اور مہر کے ساتھ بھیجے گئے۔ان کا خط بھی کوفی تھا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی زندگی میں قرآن کریم کو باقاعدہ تدوین کر کے ایک جگہ مدون نہ کرنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی موجودگی اس امکان پر دلالت کرتی تھی کہ مزید وحی اللہ تعالی کی جانب سے نازل ہو جائے۔لہذا عہد نبوی میں قرآن کریم مکمل طور پر تحریر میں اگرچہ موجود تھا

cc BY

لیکن کتابی شکل میں جمع نہ کیا گیا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی رحلت کے بعد صحابہ کرام ہی دین کے ذمہ دار اور اس کی حفاظت کے مرتبے پر فائز تھے۔ دور نبوی میں صحابہ نے قرآن کریم کو کتابت کے بجائے حفظ پر فوقیت دی۔ تاہم قرآن کریم کی تمام سورتوں کو ایک ہی تختی اور ایک ہی سائز میں لکھوا کر ایک ہی جلد میں مجلد کروانے کا کام حکومت کی جانب سے ایک ایسا امر تھا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نہیں ہو پایا تھا۔

عہد صدیقی میں تدوین قرآن:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہ کے اتفاق سے حضرت ابو بکر صدیق خلیفہ مقرر ہوئے۔ پہلا کام جس نے انہیں مشغول کیا وہ نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی وفات کے بعد مرتد ہونے والے قبائل کی جانب لشکروں کی روانگی تھا۔ جزیرہ کے مشرق کی جانب مسیلمہ کذاب نے دعوی نبوت کیا اور اس کا معاملہ سنگین ہو گیا تو حضرت ابو بکر صدیق نے حضرت خالد بن ولید کی زیر قیادت لشکر بھیجا۔ شدید لڑائی ہوئی جس میں 1200 مسلمان شہید ہوئے۔ ان میں سے تقریبا 70 حفاظ کرام تھے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کے دل میں ان خدشات نے جنم لیا کہ اگر کابر قراء صحابہ اس دار فانی سے کوچ کرتے رہے تو قرآن کریم عدم تواتر کا شکار ہو جائے گا۔ لہذا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے بارگاہ صدیقی میں حاضر ہو کر اس امر کی جانب توجہ دلائی کہ قرآن کریم کو کتابی شکل میں محفوظ کرنا ضروری ہو گیا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ اس خدمت کے لیے مطالبہ کرتے رہے وہ چاہتے تھے کہ حکومت اور خلافت اس مہم کو اپنے ہاتھ میں لے لے اور اپنی نگرانی میں اس کی تکمیل کروائے۔[9] پہلے پہل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے اس امر کی خلاف ورزی کی کہ ایسا کام جسے رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی میں نہیں کیا وہ کیسے اس امر کو بجالائیں۔ اس اقدام کے متعلق اگر تردد ہوا تو اس کی یقینا گنجائش تھی، لیکن بعد کے حالات نے خود انہیں اس فیصلہ کے لیے مطمئن کر دیا کہ بجائے متفرق رسالوں کی صورت میں رہنے کے، زیادہ مناسب ہے کہ تمام قرآنی سورتوں کو ایک ہی تختی کے اوراق پر لکھوا کر ایک ہی جلد میں سب کو مجلد کر دیا جائے۔ لہذا حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالی عنہ کاتب وحی کو حکومت کی طرف سے اس کام کے لیے منتخب کیا گیا۔

حضرت زید بن ثابت کا بیان ہے:

"میں نے ابو بکر کے حکم سے چمڑے کے ٹکڑوں پر قرآن پاک لکھا۔ یہ قرآن پاک خط حیری میں لکھا گیا۔ اسی نسخے کو **نسخہ ام** کہتے ہیں۔"

امام بن حصم نے لکھا ہے حضرت ابو بکر کے زمانے میں کوئی شہر ایسا نہ تھا جہاں لوگوں کے پاس بکثرت قرآن پاک موجود نہ ہوں۔[10]

اُنہوں نے جس جس صحابی کے پاس قرآن کریم کا کوئی مجموعہ موجود تھا، اسے حاصل کیا۔ کھجور کی چھال، پتھروں اور لوگوں کے سینوں سے قرآن کریم کو مدوّن کرنا شروع کیا اور صرف اُنہی مجموعوں کو پیش نظر رکھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لکھے گئے تھے۔ وہ خود بھی حافظِ قرآن تھے لیکن اس کے باوجود اُنہوں نے کتابتِ قرآن کو اس لئے پیش نظر رکھا تاکہ ضبط اور حفاظتِ قرآن میں کوئی کسر باقی نہ رہ جائے۔ اس کی دلیل وہ روایت ہے جو امام ابن ابی داوٗد نے یحییٰ بن عبدالرحمن بن حاطب کے حوالہ سے بیان کی ہے کہ حضرت عمرؓ تشریف لائے اور فرمایا: جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کریم کا کوئی حصہ حاصل کیا ہے، وہ اسے لے آئے۔ اور صحابہ کرامؓ نے مختلف چیزوں پر لکھے ہوئے اپنے صحیفے تیار کر رکھے تھے اور وہ اُنہیں اس وقت تک قبول نہیں کرتے تھے جب تک کہ دو شخص ان کے بارے میں گواہی نہ دے دیتے۔[11]

کتابتِ قرآن کے سلسلہ میں حضرت زیدؓ نے ان شرائط کا اہتمام کیا:

- اس کا قرآن ہونا تواتر سے ثابت ہو۔
- عرضۂ اخیرہ کے وقت اسے باقی رکھا گیا ہو اور اس کی تلاوت منسوخ نہ ہوئی ہو۔
- وہ اخبار آحاد سے ثابت نہ ہو اور نہ ہی وہ قرآن کریم کی کوئی شرح اور تاویل ہو اور اس کی سورتیں اور آیات دونوں مرتب ہوں۔
- اور اسے آیات اور سورتوں دونوں کی ترتیب کے ساتھ جمع کر دیا جائے۔

دورِ صدیق میں قرآن کریم کی یہ جمع وتدوین حضرت ابو بکر صدیقؓ کا بہت بڑا کارنامہ ہے جس کی وجہ سے قرآن کریم کو بکھرنے اور ضائع ہونے سے بچانے کا سامان کیا گیا۔ ان کے اس کارنامے کا اعتراف کرتے ہوئے حضرت علیؓ نے فرمایا تھا:

(أعظم الناس في المصاحف أجرا أبوبكر رحمة الله على أبي بكر هو أول من جمع كتاب الله تعالىٰ)

"مصاحف کے ضمن میں سب سے بڑھ کر اَجر و ثواب کے مستحق حضرت ابو بکرؓ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ابو بکر پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے کہ اُنہوں نے کتاب اللہ کو جمع کرنے کا اہتمام کیا۔"[12]

عہد فاروقی:

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کو برقرار رکھتے ہوئے قرآن پاک کی نشر و اشاعت پر خاص توجہ دی ۔ آپ نے حفظ قرآن کی روایت کو بھی فروغ دینے کے لیے رمضان المبارک میں باجماعت نماز تراویح کی بنیاد رکھی جس سے حفاظت قرآن کو بہت فائدہ ہوا۔ عہد فاروقی میں حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ڈیڑھ برس کی مدت میں کلام مجید خط حمیری میں کتابت کیا۔ اس صحت کا ایک مصحف، جس کے ایک ورق پر سورۃ جن کی آیات درج ہیں، یورپ کے ایک کتب خانے[13] میں موجود ہے۔ حضرت عمر کے عہد میں صرف مصر، عراق، شام اور یمن میں قرآن کریم کی ایک لاکھ سے زائد نسخے موجود تھے۔

عہد عثمانی:

دور عثمانی میں اسلامی خلافت دور دراز کے علاقوں تک پھیل چکی تھی۔ ان ممالک میں عربی و غیر عربی دونوں اقوام شامل تھیں۔ خود اہل عرب میں بھی لہجات کا اختلاف پایا جاتا تھا۔ قرآن کریم کو پڑھنے میں جب عربی قبائل اور عجمی نو مسلموں کی طرف سے اختلاف واقع ہونے لگا، ہر ایک نے اپنے تلفظ کی صحت پر اصرار کرنا شروع کیا تو حضرت حذیفہ بن یمان کے مشورے سے حضرت عثمان غنی نے اس نسخہ کی نقول تیار کروائیں جو عہد صدیقی میں تیار ہوا تھا۔

ادرکو هذه الامه قبل ان يختلفوا في القرآن كما اختلف اليهود والانصار في كتبهم

یہ الفاظ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس وقت تک خلیفہ وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر فرمائے جب انہوں نے دیکھا کہ عجمی مسلمان قرآن کو بگڑے ہوئے لہجے میں پڑھتے ہیں اور یہ دیکھ کر بہت گھبرا گئے۔ انہیں اندیشہ ہوا کہ اس طرح رفتہ رفتہ قرآن مجید کے ہئیت بدل جائے گی۔ لہذا وہاں سے واپس اکر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت حفصہ سے وہ مصحف منگوایا جو ان کے حوالے دور صدیق میں کیا گیا تھا۔ پھر اس کام کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی جس میں زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بذات خود شریک ہوئے اور اس کی نقلیں تیار کروا کے مختلف اسلامی ممالک میں ارسال کر دی گئیں۔ مزید احتیاط یہ بھی کی گئی کہ ہر مصحف کے ساتھ ایک قاری جو کہ خالص عربی لہجے سے واقف تھا رخصت کیا گیا تا کہ اس مشکل کو مکمل طور پر حل کیا جا سکے۔ اس امر کے لیے بھی حضرت زید بن ثابت کو مقرر کیا گیا جنہوں نے عہد صدیقی میں یہ نسخہ تیار کیا تھا اور پھر اسی کی طرح کے دیگر نسخے تیار کر کے تمام مملک اسلامی میں بھجوائے گئے۔ اس امر کا خیال رکھا گیا کہ کتابت کی حد تک قرآن کریم اسی لہجے اور تلفظ میں لکھا جائے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا تلفظ اور لہجہ تھا۔

اس واقعہ کا ثبوت اس روایت سے ملتا ہے:

حَدَّثَنَا مُوسَى حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُ أَنَّ حُذَيْفَةَ بْنَ الْيَمَانِ قَدِمَ عَلَى عُثْمَانَ وَكَانَ يُغَازِي أَهْلَ الشَّأْمِ فِي فَتْحِ إِرْمِينِيَةَ وَأَذْرَبِيجَانَ مَعَ أَهْلِ الْعِرَاقِ فَأَفْزَعَ حُذَيْفَةَ اخْتِلَافُهُمْ فِي الْقِرَاءَةِ فَقَالَ حُذَيْفَةُ لِعُثْمَانَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَدْرِكْ هَذِهِ الْأُمَّةَ قَبْلَ أَنْ يَخْتَلِفُوا فِي الْكِتَابِ اخْتِلَافَ الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى فَأَرْسَلَ عُثْمَانُ إِلَى حَفْصَةَ أَنْ أَرْسِلِي إِلَيْنَا بِالصُّحُفِ نَنْسَخُهَا فِي الْمَصَاحِفِ ثُمَّ نَرُدُّهَا إِلَيْكِ فَأَرْسَلَتْ بِهَا حَفْصَةُ إِلَى عُثْمَانَ فَأَمَرَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ وَعَبْدَ اللَّهِ بْنَ الزُّبَيْرِ وَسَعِيدَ بْنَ الْعَاصِ وَعَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ فَنَسَخُوهَا فِي الْمَصَاحِفِ وَقَالَ عُثْمَانُ لِلرَّهْطِ الْقُرَشِيِّينَ الثَّلَاثَةِ إِذَا اخْتَلَفْتُمْ أَنْتُمْ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ فِي شَيْءٍ مِنْ الْقرآن فَاكْتُبُوهُ بِلِسَانِ قُرَيْشٍ فَإِنَّمَا نَزَلَ بِلِسَانِهِمْ فَفَعَلُوا حَتَّى إِذَا نَسَخُوا الصُّحُفَ فِي الْمَصَاحِفِ رَدَّ عُثْمَانُ الصُّحُفَ إِلَى حَفْصَةَ وَأَرْسَلَ إِلَى كُلِّ أُفُقٍ بِمُصْحَفٍ مِمَّا نَسَخُوا وَأَمَرَ بِمَا سِوَاهُ مِنْ الْقرآن فِي كُلِّ صَحِيفَةٍ أَوْ مُصْحَفٍ أَنْ يُحْرَقَ.[14]

سیدنا انس بن مالکؓ سے روایت ہے، انہوں نے بیان کیا کہ سیدنا حذیفہ بن یمانؓ امیر المومنین سیدنا عثمان بن عفانؓ کے پاس آئے جبکہ سیدنا عثمان بن عفانؓ نے اس وقت آرمینیہ اور آزر بائیجان کی فتح کے سلسلے میں شام کے غازیوں کے لیے جنگی تیاریوں میں مصروف تھے تاکہ وہ اہل عراق کو ساتھ لے کر جنگ کریں۔ سیدنا حذیفہؓ لوگوں کے قرآن پڑھنے میں اختلاف کے باعث سخت پریشان تھے، سیدنا حذیفہؓ نے سیدنا عثمان بن عفانؓ سے عرض

OPEN ACCESS

CC BY

کی: اے امیر المومنین! اس سے پہلے کہ یہ امت بھی یہود و نصاریٰ کی طرح کتاب اللہ میں اختلاف کرنے لگے آپ اس کی خبر لیں۔ چنانچہ سیدنا عثمان بن عفانؓ نے کسی کو سیدنا حفصہؓ کے پاس بھیجا کہ وہ صحیفے سیدنا عثمانؓ کو پہنچا دیے۔ آپ نے سیدنا زید بن ثابت، سیدنا عبداللہ بن زبیر، سیدنا بن عاص اور عبدالرحمن بن حارث بن ہشامؓ کو حکم دیا وہ ان صحیفوں کو مصاحف میں نقل کر لیں۔ سیدنا عثمان بن عفانؓ نے تینوں قریشیوں کو فرمایا کہ جب تمہارا سیدنا زید بن ثابتؓ کے ساتھ قرآن کریم کے کسی کلمے میں اختلاف ہو جائے تو اسے قریش کے محاورے کے مطابق لکھنا کیونکہ قرآن مجید قریش کی زبان میں نازل ہوا تھا چنانچہ ان حضرات نے ایسا ہی کیا جب تمام صحیفوں کو مختلف مصاحف میں نقل کر لیا گیا تو سیدنا عثمان بن عفانؓ نے وہ صحیفے سیدنا حفصہؓ کو واپس بھیج دیے اور اپنی سلطنت کے ہر علاقے میں نقل شدہ مصحف کا ایک ایک نسخہ بھیج دیا اور حکم دیا کہ اس کے علاوہ اگر کوئی چیز قرآن کی طرف منسوب کی جاتی ہے خواہ کسی صحیفے میں ہو یا مصحف میں اسے جلا دیا جائے۔

حضرت عثمان نے 12 آدمی قرآن پاک کی تدوین کے لیے مامور فرمائے۔ ان میں حضرت زید بن ثابت، حضرت سعید بن العاص، حضرت عبدالرحمن بن حارث بن ہشام، عبداللہ بن زبیر، ابی بن کعب، عبداللہ بن عمر بن العاص، عبداللہ بن عباس، انس بن مالک، مالک بن ابی عامر اور افلح بن کثیر رضی اللہ عنھما شامل تھے۔[15] جنہوں نے قرآن پاک کی تدوین کی اور لغت قریش پر یہ نسخہ تیار کیا۔ اسی وجہ سے حضرت عثمان غنی کو جامع القرآن بھی کہا جاتا ہے۔

قرآنی خط کی ترویج اور ارتقاء:

دور خلافت تک آتے آتے عربی خط مدون ہو چکا تھا اور قرآن کریم کی کتابت کی بدولت تحریر بھی رواج پا چکی تھی۔ کاتبین صحابہ کے علاوہ بھی بیشتر اصحاب رسول تحریر و کتابت سے آشنا ہو چکے تھے۔ حضرت عمر فاروق بھی اچھے کاتب تھے۔ اکثر ان مستورات کے خط، جن کی مرد جہاد پر گئے ہوتے تھے اور کوئی خط لکھنے والا نہ ہوتا تھا، خود ان کے گھر پر جا کر لکھ آتے تھے۔ آپ کے عہد خلافت میں منشیوں کے دو مستقل عہدے تھے جو حضرت علی مرتضیٰ کی شہادت تک قائم رہے اور ان پر مختلف خطاط مامور ہوتے رہے۔ ایک کا تعلق مالیات سے ہوتا تھا جبکہ دوسرے کا افواج سے۔[16]

عہد بنوامیہ:

خلفائے راشدین کے بعد بنوامیہ نے حکومت قائم کی اور اسلامی حکومت کی سرحدیں مشرق اور مغرب کی جانب وسعت کے ساتھ پھیلنے لگیں۔ اسی طرح اسلام کا پیغام بھی قرآن اور سنت کی صورت میں ہر طرف پھیل رہا تھا۔ یہ اقوام جس طرف بھی گئیں اپنے ساتھ قرآن کریم کی تعلیم لے کر گئیں۔ لہذا عربی خط نے بھی مشرق و مغرب دونوں جانب پھیلنا شروع کر دیا۔ البتہ عجمیوں کے لیے یہ چیزیں نئی تھیں۔ چنانچہ ان کے پڑھنے اور لکھنے میں انہیں سخت دشواری کا سامنا کرنا پڑا۔ قرآن کریم دنیا میں جس بھی جگہ پر گیا وہاں کے لوگوں نے اپنی زبان کو بھی عربی خط میں لکھنا شروع کر دیا بعد ازاں عجمیوں کو پیش آنے والی مشکلات کے نتیجے میں بیشتر علوم و فنون نے جنم لیا، جن میں سے ایک مختلف انداز میں کی جانے والی قرآن کریم کی کتابت بھی تھی۔

بیان کیا جاتا ہے کہ امیر معاویہ نے اپنے لیے موٹے قط کا ایک قلم خاص کر لیا تھا۔ کسی دوسرے فرد کو اسے استعمال کرنے کا حق نہیں تھا۔ اسے **قلم جلیل** کہتے تھے۔ اس زمانے میں مصر سے **کاغذ بردی** برآمد ہوتا تھا۔ سالم تختی کو **طومار** کہتے تھے۔ امیر معاویہ طومار پر قلم جلیل سے دستخط کرتے تھے۔ بعد کے سلاطین نے بھی امیر معاویہ کی پیروی کی اور وہ موٹے قلم سے دستخط کرتے رہے۔ اس زمانے میں دستخط کے نام لکھنے کی بجائے صاد لکھا جاتا تھا۔ موٹے قلم سے صاد لکھنے کا طریقہ آخری مغل بادشاہ کے زمانے تک رائج رہا۔[17]

یزید بن معاویہ، جسے امیر معاویہ نے اپنی زندگی میں ہی جانشین مقرر کر دیا تھا، کا دور حکومت اسلامی تاریخ کا بدترین دور رہا۔ اس میں کسی بھی قسم کی ادبی اور علمی کاوش نہ کی گئی۔ مگر ان کے بعد عبدالملک بن مروان نے حکومت قائم کی عبدالملک بن مروان کے دور حکومت میں بیشتر فتوحات اور اصطلاحات قائم ہوئی۔ اسی نے عربی زبان کو دفتری زبان کا درجہ دیا۔[18] عبدالملک بن مروان ہی نے قرآن کریم پر نقاط اور حرکات کا اضافہ کروایا جن کے ذریعے سے عربی کو صحیح ہجے اور تلفظ میں پڑھنا آسان ہو گیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ فن خطاطی کو عروج تک لے جانے میں سب سے بنیادی کردار قرآن مجید نے ادا کیا۔ مسلمان فنکاروں نے کتابت قرآن کو مذہبی لگاؤ محبت اور خلوص سے سرانجام دیا۔

عمر بن عبدالعزیز کے دور حکومت تک آتے آتے کوفی خط روایتی قاعدوں اور اندازوں سے نکل کر ارتقاء کے مراحل میں داخل ہو چکا تھا اور ساتھ ہی تزین و آرائش کی نئی راہوں پر چل نکلا تھا۔ کھجور، پتھر، لکڑی اور چمڑے کا استعمال کم ہو کر اس کی جگہ کاغذ استعمال ہونے لگا تھا، جس نے اسلامی فنون کو مزید ترقی دی۔ عہد بنوامیہ

cc BY

میں قطبہ اور خالد بن ابی الہیاج نہایت مشہور کاتب اور بہترین خوشنویس تھے۔ یہ ولید بن عبد الملک کے معاصر جبکہ حضرت عمر بن عبد العزیز کے دور حکومت تک حیات رہے۔ جس شخص نے خط کو تحسین کے ساتھ سب سے پہلے لکھنے کی کوشش کی وہ عبدالملک بن مروان کا خاص وزیر قطبہ بن شبیر الطائی تھا۔ جس نے تحریر کے لیے بنیادی اصول اور ضوابط مقرر کیے۔ جن میں حروف کی پیمائش کے لیے قلم کا پیمانہ مقرر کیا گیا اور یہی پیمانے آج بھی کاتبوں کے زیر استعمال ہیں۔ جس شخص نے سب سے پہلے قرآن کریم کو خوبصورت انداز میں تحریر کیا وہ خلیفہ ولید بن عبد الملک کا کاتب خالد بن ابی الہیاج تھا، جس نے مسجد نبوی کے محراب پر سورہ شمس لکھی۔[19]

قرآن پاک کی کتابت کے علاوہ یہ اشعار کی خطاطی میں بھی ایک ماہر استاد کی حیثیت رکھتا تھا اسلامی خطاطی سے نکال کر آرائشی خطاطی کے رنگ میں ڈھالا۔ صدیاں گزرنے کے بعد مساجد میں سجنے کے ساتھ ساتھ یہ فن تعمیرات میں بھی شامل ہونے لگا۔ بادشاہوں نے سے اپنے محلوں میں بھی اسے استعمال کرنا شروع کر دیا۔ اس کی کتابت سنگ مرمر اور ٹائلوں وغیرہ پر بھی سجنے لگی۔ نویں صدی کے بعد یہ فن مکمل آرائشی اور نقشی فن میں بدل چکا تھا۔

یہ عہد خط کوفی کی ترقی اور ترویج اور خوبی اور نفاست کا بہترین زمانہ تھا۔ اس دور میں خط کوفی کے لکھنے اور پڑھنے والے دوسرے ممالک میں بھی بکثرت پیدا ہوئے اور خط کوفی نے تمام ممالک میں شہرت حاصل کی۔[20] حسن بصری، ابو یحیی، مالک بنت نار، اسامہ بن لوی بن غالب بھی اس دور کے کاتبان قرآن میں شمار ہوتے ہیں۔[21]

اعراب اور نقاط کا اضافہ:

ابتدائی زمانہ میں کوفی رسم الخط بغیر نقاط کے لکھا جاتا تھا اور بنو امیہ کے دور تک ایسے ہی لکھا جاتا رہا۔ تاآنکہ یہ واقعہ پیش آیا، ابوالاسود الدولی بصرہ میں تھا کہ اس نے ایک شخص کو قرآن مجید پڑھتے ہوئے سنا، قاری جب اس آیت پر پہنچا **(ان الله بریء من المشرکین ورسوله)** تو اس نے لام پر بجائے پیش کے زبر پڑا۔ چونکہ تبدیلی حرکت سے معنی کچھ کے کچھ ہو گئے۔ لہذا ابوالاسود کی غیرت ایمانی نے اس بات کو برداشت نہ کیا اور وہ سخت برہم ہوا۔ فوراً حاکم بصرہ کے پاس پہنچا اور کہا:

تم نے مجھ سے یہ خواہش کی تھی کہ میں قرآن شریف کے رسم الخط میں ترمیم کروں۔ مگر میں نے بدعت سمجھ کر انکار کر دیا تھا۔ اب چونکہ یہ واقعہ پیش آیا ہے، لہذا میں چاہتا ہوں کہ مجھے ایک کاتب دیا جائے تاکہ میں اعراب لگوا دوں۔ ایک کاتب اس کی خدمت کے لیے مقرر کر دیا گیا جس کو ابوالاسود نے اپنے پاس بٹھا کر ہدایت کی :

"میں قرآن مجید پڑھتا ہوں، جس حرف کے ادا کرنے میں میرا منہ کھل جائے اس کے اوپر ایک نقطہ لگا دو، جس حرف ادا کرنے میں دونوں لب کناروں سے ملے ہوئے ہوں اور منہ گول کر کے ادا کروں اس کے آگے دائیں جانب ایک نقطہ لگا دو اور جس حرف کے ادا کرنے میں بخلاف دیگر آواز کا رخ نیچے کی جانب ہو اس کے نیچے ایک نقطہ لگا دو۔ کاتب نے اس پر عمل کیا اور عرصہ دراز تک یعنی تقریباً سو برس تک یہ نقطے اعراب کا کام دیتے رہے۔"[22]

جب اسلام دور دراز کے ممالک تک پھیل گیا تو لہجات کے اختلاف کے باعث خود عربوں اور غیر عرب عجمیوں کو قرآن پڑھنے میں دشواریاں پیش آنے لگیں۔ بنو امیہ کے پانچویں خلیفہ عبدالملک بن مروان نے اپنے تخت نشین ہونے کے کچھ عرصے بعد ہی صورتحال کا جائزہ لیا اور اس سے باخبر ہونے کے بعد عراق کے گورنر حجاج بن یوسف کو لکھا کہ ابوالاسود کی مجوزہ علامتیں ناکافی ہیں۔ لہذا علماء و فضلا سے مشورہ کے بعد اس میں ترمیم کی جائے۔ حجاج بن یوسف نے مشورہ کیا تمام اہل علم کو جمع کر کے ان سے مشورہ کیا اور ان کی رائے نصر بن عاصم، جو کہ ابوالاسود کا شاگرد تھا، اس کے حق میں آئی۔ پس اس نے مشابہ حروف کی تمیز کے لیے ایک دو اور تین نقطے تجویز کیے۔ تاہم اعرابی نقاط کو بھی برقرار رکھا گیا۔ فرق کے لیے صرف اتنا کیا گیا کہ اعراب کے لیے استعمال کیے جانے والے نقطے سیاہ جبکہ حروف کی تشخیص کے لیے لگائے جانے والے نقطوں کا رنگ سرخ تھا۔

بعض لوگ اسے ابوالاسود سے جب کہ بعض لوگ اسے دوسرے لوگوں سے منسوب کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ کئی لوگوں نے اس بات پر دلالت کی ہے کہ یہ نقاط دور صحابہ ہی میں ایجاد کر لیے گئے تھے۔ تاہم یہ بات اس لیے درست نہیں کہ دور نبوی میں ملنے والے تحریری نمونوں میں کہیں بھی نقطے موجود نہیں ہیں۔ لیکن ان کے ایجاد کرنے والے کا نام سامنے نہیں آتا۔ البتہ یہ بات درست ہے کہ نقاط اول اظہار حرکت کے لیے ایجاد ہوئے اور پھر تشخیص حروف کے لیے لگائے گئے۔ بعد ازاں ان نقاط کو ختم کر کے ان کی جگہ علامات یعنی زبر زیر پیش ، جنہیں ہم فتح کسرہ اور ضمہ کے نام سے جانتے ہیں، کا استعمال شروع ہوا۔

عہد بنو عباس:

CC BY

اس دور میں تمام علوم وفنون میں بڑی تیزی سے ترقی ہوئی ۔ تمام بڑے علماء اسی عہد میں پیدا ہوئے ہوئے۔ مثلاً امام مالک نے موطا اسی زمانے میں لکھی، امام ابو حنیفہ نے اسی دور میں تدوین فقہ کا کام سر انجام دیا، ابن اسحاق نے سیرت الرسول اسی زمانے میں لکھی۔ اوزاعی، ابن جریج، سفیان ثوری، حماد بن سلمہ[23] جیسے جلیل القدر علماء اسی عہد سے وابستہ تھے۔ علوم صرف و نحو۔ معنی وبدیع وغیرہ بھی اسی عہد میں مرتب کیے گئے۔ پہلے پہلے اساتذہ تمام شاگردوں کو زبانی کلامی پڑھایا کرتے تھے، مگر اب کتابیں تیار ہونے لگیں۔ مسلمانوں نے بہت سی دیگر زبانیں ، جن میں فارسی، یونانی، لاطینی اور سنسکرت وغیرہ شامل ہیں، سیکھیں انہیں عربی کا جامہ پہنایا۔ بہت سے موضوعات پر متعدد کتابیں تحریر کی گئیں۔ نیز فلسفیوں کی تصانیف کو عربی میں منتقل کیا گیا۔ خلیل بن احمد فراہیدی ، جو کہ علم نحو سے وابستہ تھے اور علم عروض کے موجد بھی کہلائے، اسی زمانے میں پیدا ہوئے۔

لہذا فن خطاطی کے لیے عہد بنو عباس عہد زریں گیا۔ خط کوفی کے خوش نویس جس قدر اس دور میں پیدا ہوئے اس سے پہلے کبھی نہ تھے۔ خلیفہ منصور اور مہدی کے زمانے میں اسحاق بن حماد[24] کا مقام میدان خطاطی میں بہت بلند تھا اور لوگوں کی کثیر تعداد نے اس کے کمال فن سے استفادہ کیا ۔ اسحاق نے قلموں میں مزید تحقیق کی اور خط کوفی میں 12 طرزیں ایجاد کیں جو بے حد مقبول ہوئی اور مفید ثابت ہوئی۔ اس طرح اس فن میں مزید ترقی ہوئی اور یہ عام دلچسپی کا موجب بنا۔[25] اسحاق کا ایک شاگرد ابراہیم تھا جسے خطاطی کا استاد تسلیم کیا گیا ۔ اس کا سب سے بڑا کارنامہ اس کا شاگرد ابن مقلہ تھا۔ جس نے اس سے فیض یاب ہو کے پوری دنیا کو فیضیاب کیا اور خطاطی میں نئے انقلاب کو جنم دیا۔

عباسی دور تک آتے آتے اس فن میں اس قدر حسن اور مصورانہ شان پیدا ہو چکی تھی کہ سسلی (موجودہ اٹلی کا شہر) کے بادشاہ دوم نے اپنی تاج پوشی کے لیے اپنے لباس فاخرہ پر خط کوفی میں کتابت تحریر کروائی ۔ عباسی دور میں پہلا استاد لحاف بن عجلان نظر آتا ہے[26]۔ بعد میں منظور عباسی کے دور میں اسحاق بن حماد کا چرچا ہوا۔

ابن مقلہ:

ابن مقلہ کا مکمل نام **ابو علی محمد بن علی بن حسین بن مقلہ بیضاوی** تھا۔ لیکن یہ **ابن مقلہ** کے نام سے مشہور ہوا۔ مقلہ اس کی دادی پر دادی کا نام تھا جس سے اس نے شہرت پائی۔ یہ اپنے زمانے کا نادر روزگار شخص تھا جس نے عربی رسم الخط کی تعریف میں وہ شہرت پائی کے کوئی بھی دوسرا خطاط اس کی ہمسری نہیں کر سکتا۔ یہ نہ صرف بہترین خوش نویس بلکہ علماء کا پیشوا بھی تھا۔ علم فقہ، تفسیر، تجوید، ادبیات، شعر و شاعری ، خوشنویسی اور انشاپردازی میں اپنا جواب نہ رکھتا تھا۔ تعلیم سے فارغ ہوتے ہی اسے دربار خلافت تک رسائی حاصل ہوئی اور اس نے تین خلفاء کے ساتھ وزارت کے امور سر انجام دیے۔ جن میں خلیفہ مقتدر باللہ، قاہر باللہ اور راضی باللہ شامل ہیں ابن مقلہ نے خط کوفی کے علاوہ عربی رسم الخط کے چھ مزید رسم الخط ایجاد کی ہے۔

ابن مقلہ نے جو خطوط ایجاد کیے وہ درج ذیل ہیں:

1. نسخ
2. ثلث
3. توقیع
4. رقاع
5. محقق
6. ریحان

دربار خلافت تک رسائی اور کمال قابلیت نے ابن مقلہ کے مخالفین اور حاسدین میں حد درجہ اضافہ کیا اور ان لوگوں نے اپنے حسد اور مخالفت کی بنا پر ابن مقلہ کو بے انتہا نقصان پہنچایا ۔ کئی بار دشمنوں کی سازشوں کا شکار ہو کر ابن مقلہ کو قید بھی کروایا گیا۔ پھر خلیفہ راضی باللہ کے دور میں قید خانے میں پہلے اس کا ہاتھ کٹوایا گیا ، پھر اس کی زبان کاٹ دی گئی اور بالآخر اسے قتل کر دیا گیا۔[27] ابن مقلہ کا حسن خط اور کمال فن ضرب المثل کی حیثیت رکھتا تھا۔ ابن مقلہ نے اپنی 56 برس کی عمر میں تین خلفاء کی خدمت کی، تین بار فارس گیا، تین بار وزیر اعظم ہوا اور تین ہی مرتبہ معطوب ہوا۔ تین مکمل قرآن مجید یادگار چھوڑے تین بار خلیفہ الرازی کے ظلم کا شکار ہوا اور تین ہی مرتبہ تین مختلف مقامات پر دفن ہوا[28]۔

ابو عبید بکری اندلسی کہتے ہیں:

CC BY

"اگر کوئی شخص ابن مقلہ کا خط دیکھ لے تو اس کے تمام اعضاء خواہش کریں گے کہ ہم آنکھیں بن جائیں تاکہ اس کا حسن خط دیکھ سکیں۔"

کہا جاتا ہے کہ ابن مقلہ کا لکھا ہوا ایک مصحف مکتبہ متحف ہرات میں اور ایک رضا لائبریری رام پور میں موجود ہے۔ لیکن پورے وثوق سے نہیں کہا جاسکتا آیا یہ واقعی ابن مقلہ کے لکھے ہوئے ہیں یا نہیں۔[29]

ابن مقلہ کا باپ ایک ماہر خطاط تھا۔ لہذا اس نے موروثی صلاحیتوں کے باعث خطاطی کی دنیا میں انقلاب برپا کیا۔ اس سے قبل خطاطی کے لیے کوئی خاص قواعد و ضوابط موجود نہ تھے۔ بلکہ فنکار کا جو دل کرتا جیسا وہ چاہتا اسی انداز میں خطاطی کرتا۔ لہذا اس میں تنظیم پیدا نہیں ہو پاتی اور توازن کے بغیر ذرا سی چوک کے باعث اس کا حسن مجروح ہو جاتا۔ ابن مقلہ نے سب سے پہلے خط کے لیے باقاعدہ قواعد و ضوابط وضع کیے، جس نے خط میں تنظیم کی بنیاد رکھی۔ نظم و ضم پر تنظیم کے قائم ہونے سے عربی خط میں خوبصورتی کے ساتھ ساتھ نظری موسیقیت بھی پیدا ہو گئی جس نے اس کی حسن کو چار چاند لگا دیے۔ لفظوں کی پیمائش کے لیے ابن مقلہ نے الف کا سہارا لیا۔[30] بیشتر شعراء نے اس کے مرثیے بھی کہے۔ چونکہ ابن مقلہ نے اپنے دور وزارت میں ہی اپنے ایجاد کردہ خطوط کی تعلیم و تربیت کا آغاز کر دیا تھا لہذا اس کے بعد اس کے تلامذہ نے اس کے فن کو خوب ترقی دی اور تمام بلاد اسلامی میں پھیلا دیا۔ ان میں سے نسخ قرآن کی کتابت کے لیے خاص ہوا جبکہ ثلث تزئینی اور آرائشی خطاطی کے لیے مستعمل ہوا۔ آج بھی ابن مقلہ کے ایجاد کردہ خطوط میں سے یہ دونوں خطوط اپنی مرکزیت برقرار رکھے ہوئے ہیں۔

مصادر و مراجع

ابن خلدون، مقدمہ ابن خلدون، نفیس اکیڈمی، 1986

ابی بکر، عبداللہ بن سیمان بن اشعث، المصاحف لابن ابی داؤد، الطبعۃ العلمیہ، 1355

الجبوری، سھیلۃ یاسین، الخط العربی و تطورہ فی العصور العباسیۃ فی العراق، مطبعۃ الزھراء۔ بغداد، 1962

اعجاز راہی، تاریخ خطاطی، ادارہ ثقافت پاکستان، مئی 1986

بخاری، محمد بن اسماعیل، ابوعبداللہ (256ھ)، صحیح بخاری، (مترجم: علامہ وحید الزمان)، نعمانی کتب خانہ، حق سٹریٹ اُردو بازار لاہور، 2009ء

بھٹہ، محمد اقبال، لاہور اور فن خطاطی، علم و عرفان پبلشرز،

پروفیسر سید محمد سلیم، تاریخ خط و خطاطین، زوار اکیڈمی پبلیکیشنز کراچی، ستمبر 2001

خالد محمود، اقرا باسم ربک الذی خلق، روزنامہ کوہستان، 29 دسمبر 1967

سید قاسم محمود، شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا، لاہور الفص: یل ناشران کتب 1998

سید نفیس الحسن حسینی، مقالات خطاطی، ناشر خاوران، ستمبر 2006

عبدالحیٰ عابد، عربی خط کی تاریخ وابتداء، تحقیقی مقالہ برائے ایم اے، بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی 1990ء

عسقلانی، ابن حجر، فتح الباری، المکتبہ سلفیہ، 1883

گیلانی، مولانا سید مناظر احسن، تدوین قرآن، کراچی مکتبہ بخاری 2005

مولانا مناظر احسن گیلانی، تدوین قرآن، مکتبہ بخاری کراچی، 2005

مولوی احترام الدین شاغل عثمانی، صحیفہ خوش نویساں، ترقی اردو بیورو نئی دلی اکتوبر 1987

نعمانی، شبلی، الفاروق، لاہور نوید پبلشرز 2003

حوالہ جات

cc BY

[1] شاغل عثمانی، احترام الدین احمد، **صحیفہ خوشنویساں**، قومی کونسل فروغ زبان اردو، 1987، ص:35
[2] اعجاز راہی، **تاریخ خطاطی**، ادارہ ثقافت پاکستان، مئی 1986، ص:70

[3] عبدالحئی عابد، **عربی خط کی تاریخ وابتداء**، تحقیقی مقالہ برائے ایم اے، بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی 1990ء، ص:65

[4] سید قاسم محمود، **شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا**، لاہور الفص: یل ناشران کتب 1998، ص:1317
[5] گیلانی، مولانا سید مناظر احسن، **تدوین قرآن**، کراچی مکتبہ بخاری 2005، ص:13

[6] نعمانی، شبلی، **الفاروق**، لاہور نوید پبلشرز 2003، ص:46
[7] بخاری، محمد بن اسماعیل، ابوعبداللہ (256ھ)، **صحیح بخاری**، (مترجم: علامہ وحید الزمان)، نعمانی کتب خانہ، حق سٹریٹ اُردو بازار لاہور، 2009ء، کتاب: فضائل القرآن، باب جمع القرآن، ج:3، ص:587، حدیث نمبر:4990
[8] اعجاز راہی، **تاریخ خطاطی**، ادارہ ثقافت پاکستان، مئی 1986، ص:70
[9] مولانا مناظر احسن گیلانی، **تدوین قرآن**، مکتبہ بخاری کراچی، 2005، ص:13
[10] بھٹہ، محمد اقبال، **لاہور اور فن خطاطی**، علم و عرفان پبلشرز، ص:103

[11] ابی بکر، عبداللہ بن سیمان بن اشعث، **المصاحف لابن ابی داؤد**، الطبعۃ العلمیہ، 1355، ج:ا، ص:37
[12] عسقلانی، ابن حجر، **فتح الباری**، المکتبہ سلفیہ، 1883، ج:1، ص:20
[13] خالد محمود، **اقرا باسم ربک الذی خلق**، روزنامہ کوہستان، 29 دسمبر 1967، ص:58

[14] بخاری، محمد بن اسماعیل، ابوعبداللہ (256ھ)، **صحیح بخاری**، (مترجم: علامہ وحید الزمان)، نعمانی کتب خانہ، حق سٹریٹ اُردو بازار لاہور، 2009ء، کتاب: فضائل القرآن، باب جمع القرآن، ج:3، ص:587، حدیث نمبر:4987
[15] ابی بکر، عبداللہ بن سیمان بن اشعث، **المصاحف لابن ابی داؤد**، الطبعۃ العلمیہ، ج:ا ص:25

[16] مولوی احترام الدین شاغل عثمانی، **صحیفہ خوش نویساں**، ترقی اردو بیورو نئی دلی اکتوبر 1987 ص:46

[17] پروفیسر سید محمد سلیم، **تاریخ خط وخطاطین**، زوار اکیڈمی پبلیکیشنز کراچی، ستمبر 2001، ص:81

[18] ابن خلدون، **مقدمہ ابن خلدون**، نفیس اکیڈمی، 1986، ج:3، ص:63
[19] اعجاز راہی، **تاریخ خطاطی**، ادارہ ثقافت پاکستان مئی 1986، ص:78

[20] مولوی، احترام الدین شاغل عثمانی، **صحیفہ خوش نویساں**، ترقی اردو بیورو نئی دلی، اکتوبر 1987، ص:47

[21] بھٹہ، محمد اقبال، **لاہور اور فن خطاطی**، علم و عرفان پبلشرز، ص:105

[22] مولوی احترام الدین شاغل، عثمانی، **صحیفہ خوش نویساں**، ترقی اردو بیورو نئی دلی، اکتوبر 1987، ص:39

[23] عبدالحئی عابد، **عربی خط کی تاریخ وارتقاء**، تحقیقی مقالہ برائے ایم اے، بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی 1990ء، ص:122
[24] الجبوری، سھیلۃ یاسین، **الخط العربی و تطورہ فی العص:ور العباسیۃ فی العراق**، مطبعۃ الزھراء بغداد، 1962، ص:67
[25] مولوی احترام الدین، شاغل عثمانی، **صحیفہ خوش نویساں**، ترقی اردو بیورو نئی دلی، اکتوبر 1987، ص:49
[26] مولوی احترام الدین، شاغل عثمانی، **صحیفہ خوش نویساں**، ترقی اردو بیورو نئی دلی، اکتوبر 1987، ص:83
[27] راہی، اعجاز، **تاریخ خطاطی**، ادارہ ثقافت پاکستان مئی 1986، ص:114

CC BY

[28] مولوی احترام الدین شاغل، عثمانی، **صحیفہ خوش نویساں**، ترقی اردو بیورو، نئ دلی، اکتوبر 1987، ص:55

[29] سید نفیس الحسن حسینی، **مقالات خطاطی**، ناشر خاوران، ستمبر 2006، ص:82

[30] سید نفیس الحسن حسینی، **مقالات خطاطی**، ناشر خاوران، ستمبر 2006، ص:82

CC BY